بحث ونظر

اہلِ کتاب
مسلمانوں کے لیے نمونۂ عبرت

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اہلِ کتاب ۔یہود و نصاریٰ۔ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی انعامات و احسانات کیے۔ پھر ان سے شریعتِ الٰہی پر عمل کا عہد لیا۔ مگر انھوں نے ناشکری کی، عہدِ الٰہی کو توڑا اعتقادی، عملی اور اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہوئے اور فتنہ و فساد برپا کیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی عنایات سے محروم کردیا۔ ان پر اپنا غضب نازل کیا۔ دنیا میں بھی انھیں دردناک سزا دی اور آخرت میں بھی عذاب کی وعید سنائی۔ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ان کا تذکرہ بہت تفصیل سے آیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے واضح اشارہ ہے کہ ان کی تاریخ سے سبق لیں اور جن برائیوں کا وہ شکار ہوئے ان سے بچیں۔ اگر انھوں نے بھی انہی کی طرح کا رویہ اپنایا تو ان کا بھی وہی حشر ہوگا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت کاملہ ہے کہ اس نے محض اشارہ پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ صاف اور صریح الفاظ میں مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کا رویہ اختیار کرنے سے منع کیا۔ اس نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کو اہلِ کتاب کے ان رویوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا جن کی وجہ سے ہلاکت و بربادی، خسران اور عذاب ان کا مقدر ہوا۔ اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو ان مظاہر سے دور رہنے کی تاکید کی جن کی وجہ سے گزشتہ امتیں ہلاک ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کی مستحق ٹھہریں۔ یہ آیات اور احادیث مسلمانوں کے لیے سمتِ سفر متعین کرتی اور نشاناتِ منزل کا پتا دیتی ہیں۔ اہلِ کتاب کے وہ کیا رویے تھے جن سے احتراز کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں ان سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ خدا فراموشی

بنی اسرائیل کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے زندگی کے معاملات میں الٰہی شریعت کو پسِ پشت ڈال دیا تھا اور خدا فراموش انسانوں کی طرح، اپنی عاقبت، نفع و نقصان اور خیر و شر سے بے پرواہو کر ہر قسم کی غلط کاریوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ قرآن نے مسلمانوں کو اس روش سے دُور رہنے کی تاکید کی اور انھیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کرتے رہنے کی ہدایت کی :

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے
اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ	ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے
لِغَدٍ، وَاتَّقُوا اللّٰہَ، اِنَّ اللّٰہَ	لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے
خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ وَلَا تَکُوْنُوْا	رہو۔ اللہ یقیناً تمھارے ان سب اعمال
کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ	سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ان لوگوں
اَنْفُسَھُمْ، اُولٰٓئِکَ ھُمُ	کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو
الْفٰسِقُوْنَ	اللہ نے انھیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔ یہی
(الحشر: ۱۸—۱۹)	لوگ فاسق ہیں۔

پہلی آیت میں مسلمانوں کو اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنے اور روزِ آخرت کے لیے تیاری کرتے رہنے کی تاکید کے ساتھ اللہ سے ڈرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ایک ہی آیت میں دو مرتبہ "وَاتَّقُوا اللّٰہَ" (اللہ سے ڈرو) آیا ہے۔ اس سے اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے معًا بعد ان لوگوں کا کردار پیش کیا گیا ہے جنھوں نے اس معاملہ میں انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویّہ اپنایا۔ وہ اللہ کو بھول گئے۔ جزا اور سزا کی کوئی پرواہ نہ کی اور فسق و فجور میں جا پڑے۔ علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: "اللہ کو بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا جو حق ان پر واجب تھا اس کی ادائیگی انھوں نے ترک کر دی۔"[1]

خدا فراموشی کے نتیجے میں انسانی زندگی میں کیا تبدیلیاں آجاتی ہیں اس کی تشریح مولانا

---

[1] تفسیر جامع البیان طبری (قدیم ایڈیشن) المطبعۃ المیمنیۃ مصر۔ جز ۲۸ / ص ۳۳ /

مودودیؒ نے بہت اچھے انداز میں کی ہے:

"خدا فراموشی کا لازمی نتیجہ خود فراموشی ہے۔ جب آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کسی کا بندہ ہے تو لازماً وہ دنیا میں اپنی ایک غلط حیثیت متعین کر بیٹھتا ہے اور اس کی ساری زندگی اسی بنیادی غلط فہمی کے باعث غلط ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح جب وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ ایک خدا کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہے تو وہ اس ایک کی بندگی تو نہیں کرتا جس کا وہ درحقیقت بندہ ہے، اور ان بہت سوں کی بندگی کرتا رہتا ہے جن کا وہ فی الواقع بندہ نہیں ہے۔ یہ پھر ایک عظیم اور ہمہ گیر غلط فہمی ہے جو اس کی ساری زندگی کو غلط کر کے رکھ دیتی ہے۔ انسان کا اصل مقام دنیا میں یہ ہے کہ وہ بندہ ہے، آزاد و خود مختار نہیں ہے اور صرف ایک خدا کا بندہ ہے۔ اس کے سوا کسی اور کا بندہ نہیں ہے۔ جو شخص اس بات کو نہیں جانتا وہ حقیقت میں خود اپنے آپ کو نہیں جانتا اور جو شخص اس کو جاننے کے باوجود کسی لمحہ بھی اسے فراموش کر بیٹھتا ہے اسی لمحے کوئی ایسی حرکت اس سے سرزد ہو سکتی ہے جو کسی منکر یا مشرک، یعنی خود فراموش انسان ہی کے کرنے کی ہوتی ہے۔ صحیح راستے پر انسان کے ثابت قدم رہنے کا پورا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے خدا یاد رہے۔ اس سے غافل ہوتے ہی وہ اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے اور یہی غفلت اسے فاسق بنا دیتی ہے۔"[۱]

اسی لیے اہلِ ایمان سے مطلوب یہ ہے کہ ان کے دل صبح و شام ذکرِ الٰہی سے معمور رہیں اور انھیں ہر دم یومِ حساب کا استحضار رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے ایک مرتبہ خطبہ دیا تو فرمایا:

"کیا تم نہیں جانتے کہ صبح و شام تمہارا چلنا پھرنا ایک مقررہ مدت تک ہے۔ اس لیے تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اسے جب تک مہلتِ عمل ملی ہوئی ہے وہ اللہ کی رضا ہی کے کام کرتا رہے اور ایسا بس توفیقِ الٰہی سے

۱؎ تفہیم القرآن۔ مولانا مودودیؒ، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔ جلد پنجم طبع اول سنہ ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۴۰ — ۱۴۱

ہی ممکن ہے ۔ ماضی میں کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا جو انھیں حاصل تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ ۔"

اس کے بعد آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی : وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۔" [1]

۲ ۔ انبیاء کی اذیت رسانی

بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کثرت سے انبیاء بھیجے مگر ان کی فطرت اتنی مسخ ہو چکی تھی کہ انھوں نے اس پر سجدۂ شکر بجا لانے اور انبیاء کی اطاعت و فرماں برداری کرنے کے بجائے قدم قدم پر سرتابی کی اور اپنی تہمتوں، شکایتوں اور درپردہ سازشوں سے انھیں جسمانی اور ذہنی اذیتیں پہنچائیں ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے سب سے بڑے محسن تھے ۔ انھوں نے سیکڑوں برس کی ذلت آمیز غلامی سے انھیں نجات دلائی تھی اور آزادی اور ایمان کی زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا تھا مگر انھوں نے قدم قدم پر ان کی نافرمانی کی اور اپنی زبان درازیوں کے ذریعہ ان کی دل آزاری کرتے رہے ۔ بائبل میں متعدد مقامات پر بنی اسرائیل کی اس روش پر حضرت موسیٰؑ نے بڑے درد انگیز الفاظ میں اپنے رنج و غم کا اظہار فرمایا ہے [2] ۔ قرآن مجید میں بھی ان کا یہ شکوہ موجود ہے :

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَد تَّعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ (الصف : ۵)	اور یاد کرو موسیٰ کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم سے کہی تھی کہ اے میری قوم کے لوگو تم کیوں مجھے اذیت دیتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں ۔

---

[1] تفسیر القرآن الکریم، ابن کثیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر، ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۷ء، ۴ / ۳۴۲

[2] مثال کے طور پر دیکھئے درج ذیل مقامات : خروج باب ۵ ۲۰ ۔ ۲۱، باب ۱۶ ۱۱ ۔ ۱۲، باب ۱۶ ۲ ۔ ۳ باب ۱۷ ۳، ۴ گنتی باب ۱۱ ۱ ۔ ۱۵، باب ۱۴ ۱ ۔ ۱۰، باب ۱۶ مکمل باب ۲۰ ۱ ۔ ۵

قرآن کریم نے بنی اسرائیل کی ایذا رسانیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی روش سے بچنے کی تاکید کی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (الاحزاب: ۶۹-۷۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو اذیتیں دی تھیں پھر اللہ نے ان کی بنائی ہوئی باتوں سے اس کی برأت فرمائی اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھا۔ اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ اعمال کی اصلاح، گناہوں کی بخشش اور آخرت کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ تقویٰ کی روش اختیار کی جائے۔ درست بات کہی جائے اللہ اور رسول کی مکمل اطاعت کی جائے اور نبی کو اذیت پہنچانے سے بچا جائے۔

وہ کیا اذیت تھی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچائی تھی؟ مفسرین نے اس سلسلے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں، ساتھ ہی لکھا ہے کہ "یہ سب مراد ہو سکتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر وہ تمام الزامات اور تکلیف دہ باتیں بھی جن کے ذریعہ ان لوگوں نے حضرت موسیٰ کو تکلیف پہنچائی[1] امام رازی نے اس سلسلہ کے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچانے کی جو صورتیں قرآن میں مذکور ہیں، وہی کافی ہیں۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ نے مشرک قوموں کے ساتھ لڑنے کا انھیں حکم دیا تو کہنے لگے کہ جاؤ تم اور تمہارا رب دونوں لڑو۔ کوہ طور پر پہنچے

۱؎ تفسیر طبری (قدیم) جز ۲۲ / ۴۷، تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۲۱

توکہنے لگے : ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو علانیہ نہ دیکھ لیں۔ من وسلویٰ جیسی آسمانی نعمتوں پر کچھ وقت گزر گیا تو کہنے لگے کہ ہم صرف ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔[1]

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ اس مجلس سے جب لوگ باہر نکلے تو ایک شخص نے کہا: محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس تقسیم میں خدا اور آخرت کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھا۔ یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سن لی، انھوں نے جاکر حضور سے عرض کیا کہ آج آپ کے بارے میں فلاں فلاں باتیں کہی گئی ہیں۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا:

یرحم اللہ موسیٰ، قد اوذی	اللہ موسیٰؑ پر رحم کرے۔ انھیں اس سے
باکثر من ھٰذا فصبر[2]	زیادہ اذیتیں دی گئیں مگر انھوں نے صبر کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پر اعتماد نہ کرنا، اس کے کاموں کو شک وشبہہ کی نظر سے دیکھنا، اس کی نافرمانی کرنا اور اس کے احکام پر عمل نہ کرنا ہی درحقیقت اس کو اذیت پہنچانا ہے۔ اس کا اشارہ اس بات سے بھی ملتا ہے کہ درج بالا آیات میں پہلے بنی اسرائیل کی روش سے بچنے کی تاکید کے بعد اہل ایمان کو تقویٰ کی روش اختیار کرنے اور صحیح اور درست بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے اور انھیں بتایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں عظیم کامیابی ہے۔

۳۔ بے تکے سوالات

بنی اسرائیل کی تاریخ اور ان کی بداعمالیوں کی سرگزشت شاہد ہے کہ وہ احکام شریعت پر عمل کرنے میں بڑے کوتاہ تھے۔ شریعتِ الٰہی کو قبول کرنے کے معاملہ میں ان کی طبیعت شروع ہی سے حیلہ جو، اور فرارپسند تھی۔ ہزار حیلہ وحجت کے بعد اگر بدرجۂ مجبوری وہ کسی حکم کو قبول کر بھی لیتے تھے تو اس کی تعمیل صحیح طریقے پر نہ کرتے تھے بلکہ اس سے گریز

---

[1] تفسیر کبیر: امام فخرالدین رازیؒ۔ المطبعۃ العامرۃ مصر ۱۳۰۸ھ ۶۲۹/۶، امام طبریؒ نے بھی ایک جگہ یہی بات لکھی ہے۔ دیکھئے تفسیر طبری (جدید ایڈیشن) طبع دارالمعارف مصر ۸۲/۲

[2] صحیح بخاری کتاب الانبیاء۔ باب بدون ترجمہ

کی راہیں تلاش کرنے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ جب ایک معاملہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں گائے کی قربانی کا حکم دیا تو انھوں نے اس حکم کو ماننے میں لیت ولعل سے کام لیا۔ گائے کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ عمر کتنی ہو؟ اس قسم کے بہت سے سوالات انھوں نے کر ڈالے اور جتنے سوالات وہ کرتے گئے اتنا ہی خود پھنستے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "اگر وہ حکم الٰہی کی تعمیل میں کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاتے۔ مگر انھوں نے اپنی طرف سے طرح طرح کے سوالات کرکے خود کو اللہ کی دی ہوئی وسعتوں اور رخصتوں سے محروم کر لیا۔"[۱۵] ان کا یہی رویہ شریعت کے دیگر معاملات میں بھی تھا۔ اپنی ناعاقبت اندیشیوں کی بنا پر انھوں نے دین کی وسعتوں کو خود پر تنگ کر لیا اور اسے "اصر و اغلال" کا مجموعہ بنا لیا۔

مسلمانوں کے سامنے ان کی مثال پیش کرکے انھیں تنبیہ کی گئی کہ بے تکے سوالات کرکے اپنے لیے زحمتیں پیدا نہ کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سوالات کے جواب میں جب کوئی حکم متعین طور پر آجائے تو وہ اس پر عمل نہ کر سکیں اور نافرمانی کے مرتکب ٹھہریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝ (المائدہ: ۱۰۱–۱۰۲)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار ہوں لیکن اگر تم انھیں ایسے وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اسے اللہ نے معاف کر دیا۔ وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔ تم سے پہلے ایک گروہ نے اسی قسم کے سوالات کیے تھے پھر وہ لوگ انہی باتوں کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے۔

عہد نبوی میں ایسے کئی واقعات پیش آئے کہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض غیر متعلق اور لایعنی سوالات کیے جن کی دین کے معاملے میں کوئی ضرورت نہ تھی

---

۱۵ تفسیر طبری (جدید ایڈیشن) ۲/۱۸۶، تفسیر ابن کثیر ۱/۱۰۹

تو آپؐ نے اس پر اپنی خفگی کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح بسا اوقات انھوں نے خواہ مخواہ پوچھ پوچھ کر بعض ایسی چیزوں کا تعین کرانا چاہا جنھیں مصلحۃً غیر معیّن رکھا گیا تھا تو آپؐ نے اس پر بھی ان کی سرزنش فرمائی۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا: "لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ اس لیے حج کرو۔" ایک شخص پوچھ بیٹھا: "کیا ہر سال اے اللہ کے رسول"؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے پھر یہی سوال دوہرایا۔ آپؐ پھر بھی خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

"اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا۔ پھر تم اس پر عمل نہ کرسکو گے۔"

پھر فرمایا:

ذرونی ما ترکتم، فانما ھلك	جن باتوں کی میں نے صراحت نہیں کی
من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم	ہے انھیں ویسا ہی رہنے دو۔ تم سے
واختلافھم علی انبیائھم	پہلے کے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے
فاذا امرتکم بشیء فائتوا	کروہ الٹے سیدھے سوالات کرتے تھے
منہ ما استطعتم، واذا	اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کرتے تھے۔
نھیتکم، عن شئ فدعوہ[1]	میں جب تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو بقدر
	استطاعت اس پر عمل کرو اور جس چیز سے
	منع کروں اس سے رک جاؤ۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کچھ ایسے سوالات کیے گئے جن پر آپ کو ناگواری ہوئی۔ جب سوالات کی بہتات ہوگئی تو آپ کو غصہ آگیا۔ آپ نے فرمایا: "جو پوچھنا ہے پوچھ لو" صحابہ آپ کی ناراضگی سمجھ نہ سکے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا: "اللہ کے رسول میرا باپ کون ہے"؟ آپ نے جواب دیا: "حذافہ" دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "سالم مولیٰ شیبہ" حضرت عمرؓ نے جب آپ کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر۔

روئے مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے تو کہنے لگے: "ہم توبہ کرتے ہیں" [1]

متعدد احادیث میں لوگوں کو بلاضرورت سوال کرنے اور خواہ مخواہ ہر بات کی کھوج لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اعظم المسلمین جرما	مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے
من سأل عن شیئ لم یحرم	جو کسی ایسی چیز کے متعلق سوال چھیڑ دے
فحرم من اجل مسألته [2]	جو لوگوں پر حرام نہ کی گئی ہو اور محض اس کے سوال چھیڑنے پر وہ حرام ٹھہرادی جائے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ فرض فرائض فلا	اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض عائد کیے ہیں انھیں
تضیعوھا، وحرم حرمات فلا	ضائع نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان
تنتھکوھا، وحد حدودًا	کے پاس نہ پھٹکو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں ان
فلا تعتدوھا، وسکت عن	سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے بارے
اشیاء من غیر نسیان فلا	میں خاموشی اختیار کی ہے حالانکہ وہ بھولا
تبحثوا عنھا [3]	نہ تھا۔ لہٰذا ان کی کھوج نہ لگاؤ۔

مذکورہ آیت اور احادیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی معاملہ میں شرعی حکم کا علم نہ ہو تو وہ اسے معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ یہاں بلاضرورت سوال کرنے اور بال کی کھال نکالنے سے منع کیا گیا ہے۔ اہل ایمان پر واضح کیا جارہا ہے کہ اگر شریعت کا کوئی حکم مجمل ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شارع سے کوئی بھول ہوگئی ہے۔ بلکہ ایسا جان بوجھ کر کیا گیا ہے تاکہ احکام کی بجا آوری میں لوگوں کے لیے وسعت رہے۔

۴۔ قساوتِ قلبی

احکام الٰہی کی مسلسل خلاف ورزی اور معاصی کے پیہم ارتکاب کی وجہ سے

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام، باب مایکرہ من کثرۃ السوال۔
[2] صحیح بخاری حوالہ سابق، صحیح مسلم کتاب الفضائل۔
[3] مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ بحوالہ سنن دارقطنی۔

اہل کتاب کے دل سخت ہو گئے تھے۔ چنانچہ اپنی کھلی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی ان کے دلوں پر خشیت طاری نہ ہوتی تھی اور وہ اطاعت و سرافگندگی کی طرف مائل نہ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ "ان کے دل پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں"۔ (البقرہ۔ ٧٤)

قرآن اہل ایمان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اہل کتاب کے مثل رویہ کا مظاہرہ نہ کریں۔ ان کے دل خشیتِ الٰہی سے معمور ہوں۔ ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے ہیں ان پر عمل کریں۔ اس نے انھیں جن نعمتوں سے نوازا ہے ان پر اس کے شکر گزار ہوں اور ایمان ان سے جو تقاضے کرتا ہے انھیں بروئے کار لائیں۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ	کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ
تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ	وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے
وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ، وَلَا يَكُوْنُوْا	ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ
كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ	حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں
قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ	کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی
فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ	گئی تھی۔ پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی
مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ	تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان
(الحدید: ١٦)	میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔

اِس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تاکید کر رہا ہے کہ وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی یعنی یہود و نصاریٰ۔ کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ، اللہ کی جو کتاب ان کے پاس موجود تھی اس میں انھوں نے تحریف کر ڈالی۔ تھوڑی قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔ اسے پس پشت ڈال دیا۔ مختلف آرا اور بے بنیاد اقوال کو اختیار کر لیا۔ اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کی تقلید کرنے لگے اور اپنے علما اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا بیٹھے۔ اس مرحلے تک پہنچ جانے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے پھر وہ کوئی موعظت و نصیحت قبول کرتے تھے نہ کسی وعدو وعید

سے نرم پڑتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو منع کیا کہ ان سے کلی یا جزئی کسی معاملے میں مشابہت نہ اختیار کریں۔" [۱]

۵۔ تفرقہ و اختلاف

بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے اور ان کے درمیان اپنی کتاب بھی نازل فرمائی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پیغمبروں کی براہِ راست رہنمائی اور کتاب ہدایت کی روشن تعلیمات کے نتیجے میں ان کے درمیان مزید اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے۔ مگر عملاً ہوا یہ کہ ان چیزوں کو انھوں نے افتراق و انتشار کا ذریعہ بنا لیا اور باہم دست و گریباں ہو گئے۔ ان میں سے نفس پرست لوگوں نے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور کتاب الٰہی کی من مانی تاویلات کیں اس طرح ایک امت مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی۔ ان کی ہوا اکھڑ گئی۔ اطراف و جوانب کے قبائل ان پر شیر ہو گئے اور اس کے نتیجے میں صدیوں کی غلامی کا طوق ان کی گردنوں میں پڑ گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال بیان کرتے ہوئے اہل ایمان کو اختلاف و تفرقہ میں پڑنے سے سختی سے منع کیا۔ اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت اور بھائی چارگی کے جذبات پروان چڑھانے کی تاکید کی اور ان کے درمیان الفت و محبت کو اپنا احسان قرار دیا۔ فرمایا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ	سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو
جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْکُرُوْا	اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس
نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ	احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ	ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا......	اس نے تمہارے دل جوڑ دیے
وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا	اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی
وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ	بھائی بن گئے...... کہیں تم ان لوگوں
الْبَیِّنٰتُ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ	کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے

[۱] تفسیر ابن کثیر ۲/ ۳۱۰

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝	اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد
(آل عمران: ۱۰۳-۱۰۵)	پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنھوں نے
	یہ روش اختیار کی وہ سخت سزا پائیں گے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر صحابہ کرامؓ کو باہمی اختلاف سے منع کیا اور انھیں متنبہ کیا کہ اسی طرح اختلاف کرنے کے نتیجے میں تم سے پہلے کی قومیں ہلاک ہوگئی تھیں:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم لوگ تقدیر کے مسئلہ پر بحث و مباحثہ میں مصروف تھے۔ یہ جان کر غصہ سے آپ کا روئے مبارک سرخ ہوگیا۔ گویا آپ کے رخساروں میں سنترہ کا رس نچوڑ دیا گیا ہو۔ آپ نے غضبناک ہوکر فرمایا:

أبهذا امرتم ام بهذا	کیا تمہیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟
ارسلت اليكم ؟ انما	کیا مجھے تمہارے پاس اسی لیے بھیجا گیا
اهلك من كان قبلكم	ہے؟ تم سے پہلے کے لوگ جب اس
حين تنازعوا في هذا	معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے تو انھیں ہلاک
الامر، عزمت عليكم	کر دیا گیا۔ میں تمہیں تاکید کے ساتھ یہ ہدایت
الا تنازعوا فيه [1]	کرتا ہوں کہ تم اس معاملہ میں تنازعہ میں نہ پڑو۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے بھائی کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حجرہ کے قریب چند بزرگ صحابہ بیٹھے ہوئے ملے۔ ہم نے ان کے پاس سے ہوکر گزرنا مناسب نہ سمجھا اس لیے وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ وہ قرآن کی ایک آیت کے سلسلہ میں بحث کر رہے تھے۔ جب ان کے مباحثہ میں تیزی آگئی اور وہ زور زور سے بولنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ سے نکل کر باہر تشریف لائے۔ آپ کا روئے مبارک غصہ سے تمتما رہا تھا۔ آپ نے ان کے اوپر مٹی پھینکتے ہوئے فرمایا:

---

[1] جامع ترمذی۔ ابواب القدر۔ باب ماجاء فی التشدید فی الخوض فی القدر۔
۱۸۳

مهلاً یا قوم، بهذا أهلكت الأمم من قبلكم باختلافهم على أنبيائهم وضربهم الكتب بعضها ببعض۔ ان القرآن لم ينزل يكذب بعضه بعضا، بل يصدق بعضه بعضا، فما عرفتم منه فاعملوا به وما جهلتم منه فردّوه الى عالمه[۱]

ٹھہرو اے لوگو۔ تم سے پہلے کی قومیں اسی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی موجودگی میں باہم اختلاف کیا اور اپنی الہامی کتابوں کے کچھ حصوں کو دوسرے حصوں سے ٹکرایا۔ قرآن جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تعلیمات میں باہم تعارض نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تصدیق کرتا ہے۔ اس لیے اس کی جو چیزیں تم پر بالکل واضح ہوں ان پر عمل کرو اور جو چیزیں واضح نہ ہوں ان کو جاننے کے لیے کسی صاحبِ علم کی طرف رجوع کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں : ایک مرتبہ ایک شخص نے میرے سامنے قرآن کی ایک آیت تلاوت کی۔ میں نے اسی آیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے طرز پر سن رکھا تھا۔ میں اسے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ "یہ شخص فلاں آیت کو یوں پڑھ رہا ہے۔ جبکہ میں نے آپ کو دوسری طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے۔" یہ سنتے ہی آپؐ کے روئے مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور آپؐ نے فرمایا:

كلاكما محسن، ولا تختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا[۲]

تم دونوں کی بات صحیح ہے، اختلاف نہ کرو۔ تم سے پہلے کے لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ اس کی پاداش میں وہ ہلاک کر دیے گئے۔

---

[۱] مسند احمد ۲/ ۱۸۱ و ۱۸۵ نیز دیکھئے صحیح مسلم کتاب العلم باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن۔

[۲] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب بدون ترجمہ، نیز کتاب فضائل القرآن باب اقرءوا القرآن ما ائتلفت قلوبکم۔

مذکورہ بالا آیت میں جن لوگوں کے تفرقہ و اختلاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں صراحت نہیں ہے کہ وہ کون لوگ تھے؟ لیکن جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے ان سے مراد اہلِ کتاب ہی ہیں۔ امام طبریؒ نے حضرت ربیع بن انسؒ اور حضرت حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ ان سے مراد اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ہیں[۱]۔ احادیث میں بھی اگرچہ عمومی تعبیر "من کان قبلکم" (تم سے پہلے کے لوگ) اختیار کی گئی ہے مگر بعض دوسری احادیث میں یہود و نصاریٰ کی صراحت ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: "تم لوگ اپنے پیشرو لوگوں کے نقشِ قدم پر چل کر رہو گے۔" صحابہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول کیا آپ یہود و نصاریٰ کی جانب اشارہ فرما رہے ہیں؟" آپؐ نے فرمایا "اور کون؟"[۲]

۶۔ بے اعتدالی اور غلو

اہلِ کتاب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شریعتِ الٰہی کے معاملہ میں جادۂ اعتدال پر قائم نہیں رہ سکے تھے۔ ان میں سے یہود عملی کوتاہیوں میں مبتلا تھے۔ وہ حق کو حق جانتے ہوئے اسے قبول کرنے سے پہلوتہی کرتے تھے اور شریعت کے تقاضوں سے واقف ہونے کے باوجود ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس نصاریٰ میں غلو پایا جاتا تھا۔ انھوں نے دین کے نام پر اپنی جانب سے بعض چیزوں کا اضافہ کر لیا تھا۔ حالانکہ ان کا دین سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اہلِ ایمان کو یہود و نصاریٰ کی ان بے اعتدالیوں پر متنبہ کرتے ہوئے "سواء السبیل" پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے یہود و نصاریٰ کے اس افراط و تفریط پر یوں روشنی ڈالی ہے:

> "یہود حق سے کوتاہی کرنے والے اور نصاریٰ اس میں غلو کرنے والے ہیں۔ یہود کو غضبِ الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا اور نصاریٰ کو گمراہ کہا گیا۔ اس کے متعدد ظاہری و باطنی اسباب ہیں جن کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ ان کا

---

[۱] تفسیر طبری (جدید ایڈیشن) دار المعارف مصر، ۷/۹۳ تفسیر آل عمران - ۱۰۵۔

[۲] صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام باب قول النبی لتتبعن سنن من کان قبلکم۔

حاصل یہ ہے کہ یہود کا کفر اس پہلو سے ہے کہ وہ اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تھے۔ حق کو جانتے تھے مگر زبانی اس کا اقرار یا اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ یا دونوں باتوں سے دور تھے اور نصاریٰ کا کفر یہ تھا کہ وہ بغیر علم کے عمل کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی جانب سے مختلف قسم کی عبادتیں مشروع کر لی تھیں۔ حالانکہ شریعت میں ان کی کوئی اصل نہ تھی۔ وہ بغیر جانے بوجھے اللہ کے بارے میں من گھڑت باتیں کہتے تھے۔ اسی لیے ہمارے اسلاف۔ مثلاً حضرت سفیان بن عیینہؒ وغیرہ۔ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے جن علماء میں فساد آجاتا ہے ان میں یہود سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اور جن عبادت گزاروں میں فساد پیدا ہو جاتا ہے وہ نصاریٰ کے مشابہ ہو جاتے ہیں"[1]۔

یہودیت اور نصرانیت کی ان بے اعتدالیوں کے مقابلے میں اسلامی شریعت کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں توازن، اعتدال اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس میں زندگی کے کسی پہلو میں افراط ہے نہ تفریط۔ اس میں دین کے کسی معاملہ میں غلو سے کام لینا اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حدود سے تجاوز کرنا اتنا ہی ناپسندیدہ اور مذموم ہے جتنا احکام الٰہی پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سابقہ امتوں کی بے اعتدالیوں سے خبردار کیا ہے اور شریعت کے معاملہ میں افراط یا تفریط میں مبتلا ہونے سے ڈرایا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطابؓ بعض اہل کتاب سے حاصل شدہ ایک تحریر لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر غصہ کا اظہار کیا اور فرمایا:

امتهوّكون انتم كما تهوّكت اليهود والنصارىٰ ؟ لقد جئتكم بها بيضاء نقية[2]	کیا تم اسی طرح حیران اور سرگرداں رہنا چاہتے ہو جس طرح یہود اور نصاریٰ ہوئے؟ میں تو تمہارے پاس روشن اور پاکیزہ شریعت لے کر آیا ہوں۔

دین میں قطع و برید اور تحریف کے سلسلہ میں نصاریٰ کا معاملہ یہود سے زیادہ خطرناک

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم۔ ابن تیمیہ، تحقیق ڈاکٹر ناصر بن عبد الکریم العقل طبع اول ۱۴۰۴ھ جلد اول ص ۶۷

[2] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ بحوالہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔

تھا۔ یہود کا جرم تو یہ تھا کہ انھیں جو احکام و فرامین دئے گئے تھے انھیں برحق جانتے ہوئے بھی ان پر عمل میں کوتاہی برتتے تھے۔ اس کے بالمقابل نصاریٰ نے شریعت میں اپنی جانب سے اضافہ کرلیا تھا اور جن چیزوں کی اس میں کوئی اصل نہیں تھی انھیں محض خوشنودیٔ رب کے مفروضہ کے تحت اپنے اوپر لازم کرلیا تھا۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر ان کے اس رویہ کی مذمت کی اور امت کو دین کے معاملہ میں غلو سے کام لینے اور اپنے اوپر بے جا سختیاں عائد کرلینے سے منع کیا۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ایک موقع پر صحابہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

ایاکم والغلو فی الدین فانما هلك من كان قبلكم بالغلو فی الدین [1]	دین کے معاملہ میں غلو سے بچو۔ اس لیے کہ تم سے پہلے کے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم، فانما انا عبدہ، ولکن قولوا عبداللہ ورسولہ [2]	میرے بارے میں غلو سے کام نہ لو جس طرح کہ نصاریٰ نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کے بارے میں غلو کیا۔ میں تو صرف اس کا بندہ ہوں۔ مجھے صرف "اللہ کا بندہ اور رسول" کہو۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لا تشددوا علی انفسکم، فیشدد علیکم، فان قوما شددوا علی انفسھم، فشدد	اپنے آپ پر سختی نہ کرو ورنہ اسے تم پر مسلط کردیا جائے گا۔ کچھ لوگوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سختی کو

---

[1] مسند احمد ۱/ ۲۱۵، سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب قدر حصی الرمی۔

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب واذکر فی الکتاب مریم۔

اللّٰہ علیہم، فتلک بقایاھم	ان پر مسلط کردیا۔ آج خانقاہوں اور کٹیوں
فی الصوامع والدیار	میں جو لوگ پائے جاتے ہیں وہ انہی جیسے
رَھْبَانِیَۃً اِبْتَدَعُوْھَا	ہیں۔ ارشاد ہے: "اور رہبانیت انھوں نے
مَا کَتَبْنٰھَا عَلَیْھِمْ [۱]	خود ایجاد کرلی۔ ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔"

احادیث میں جہاں یہود اور نصاریٰ کی سی بے اعتدالیوں سے بچنے کا عمومی انداز میں حکم دیا گیا ہے۔ وہیں بعض ایسے مظاہر سے بھی اجتناب کی تاکید کی گئی ہے جو ان امتوں کا خاصہ بن چکے تھے اور جنھیں انھوں نے اپنی مرضی سے اپنے اوپر عائد کرلیا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو ان خود ساختہ بندشوں اور بیڑیوں سے نجات دلائی، انھیں شریعت کی وسعتوں سے مستفید ہونے کا حکم دیا اور دین کے نام پر بے جا سختی برتنے سے منع کیا۔ ذیل میں ایسے چند مظاہر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

أ۔ ماکولات ومشروبات

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی غذائی ضروریات کی تکمیل کے لیے کھانے پینے کی تمام پاک چیزیں حلال کی ہیں (المائدہ ۔۴) لیکن گزشتہ امتوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے غلط تصور کے تحت بعض چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ اس سلسلہ میں نصاریٰ نے بہت زیادہ غلو سے کام لیا۔ ان میں راہبوں اور راہباؤں کا ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جس نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرکے بیابانوں، جنگلوں اور غاروں کو اپنا مسکن بنایا اور نفس کشی کو انسانیت کی معراج سمجھتے ہوئے بہت سی نعمتوں سے خود کو محروم کرلیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رجحان پر ضرب لگائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت قبیصہ بن ہلبؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک شخص نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ "کھانے کی فلاں چیز میں

---

[۱] سنن ابی داؤد، کتاب الادب باب فی الحسد۔

ناپسند کرتا ہوں" آپؐ نے فرمایا:

لا یتخلّجنّ فی نفسك شئی	تمہارے دل میں کوئی ایسی بات نہ آنے پائے
ضارعت منه النصرانیة [1]	جس سے تمہارا عمل نصرانیت کے مشابہ ہوجائے۔

ب۔ دوران حیض عورتوں کے ساتھ معاشرت

عورتیں ہر ماہ حیض کی شکل میں ایک مخصوص منافع الاعضائی (Physiological) حالت سے دوچار ہوتی ہیں۔ بعض قومیں اس حالت میں عورتوں کو سراپا ناپاکی تصور کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ انھیں بالکل الگ تھلگ کر دیتی ہیں اور بالکل اچھوت بنا دیتی ہیں۔ یہود کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یہود دوران حیض اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کرتے تھے اور نہ انھیں کھانے پینے میں شریک رکھتے تھے۔ صحابہ نے اس مسئلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ	پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے؟ کہو وہ ایک
قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ	گندگی کی حالت ہے۔ اس میں عورتوں
فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ	سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔
حَتّٰى يَطْهُرْنَ ، فَإِذَا تَطَهَّرْنَ	جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہوجائیں۔
فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ	پھر جب وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس
اللّٰهُ	جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم
(البقرہ: ۲۲۲)	دیا ہے۔

اس کی تشریح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی:

اصنعوا کل شئی الا النکاح [2]	ہر کام کر سکتے ہو، سوائے مجامعت کے۔

آپؐ نے نہ صرف اپنے ارشاد کے ذریعہ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا۔ چنانچہ متعدد امہات المومنین (مثلاً حضرت عائشہؓ، حضرت میمونہؓ اور حضرت

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الاطعمہ باب کراہیۃ التقذر للطعام، مسند احمد ۵/۲۲۶

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض .... الخ

ام سلمہؓ وغیرہ) نے صراحت کی ہے کہ ان کے حالتِ حیض میں رہتے ہوئے بھی اللہ کے رسول اپنے سے ان کا بستر جدا نہ کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ حالتِ حیض میں ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کر دیا کرتی تھیں اور آپ ان کی گود میں سر رکھ کر قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ مسجد میں تھے اور حضرت عائشہ اپنے حجرہ میں تھیں آپ نے ان سے ایک کپڑا مانگا تو انھوں نے عرض کیا: "میں حیض سے ہوں" آپؐ نے فرمایا: "حیض تمہارے ہاتھ میں تھوڑے ہی ہے"۔[۱]

مذکورہ مسئلہ میں یہود سے آپ کی مخالفت برائے مخالفت نہ تھی۔ چونکہ یہود کے رویہ کی نہ کوئی شرعی بنیاد تھی نہ عقلی۔ بلکہ وہ بے جا سختی پر مبنی تھا۔ اس لیے آپؐ نے اس کی کوئی رعایت نہ کی۔ البتہ چونکہ عورتیں دورانِ حیض جسمانی اور ذہنی تناؤ اور اذیت میں مبتلا رہتی ہیں اس لیے آپ نے حکم خداوندی کے مطابق اس دوران مباشرت سے منع فرمایا۔ اس کی وضاحت حضرت انسؓ کی مذکورہ روایت کے بقیہ حصہ سے ہوتی ہے۔ اس میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اطلاع یہود کو ہوئی تو انھوں نے کہا: "یہ شخص تو ہماری ہر چیز کی مخالفت کر رہا ہے"۔ حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت عباد بن بشرؓ کو یہود کی اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی۔ مزید یہ بھی کہا کہ کیوں نہ ہم (ان کی مخالفت میں) اپنی عورتوں سے دوران حیض مباشرت بھی کرنے لگیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "ہم گمان کرنے لگے کہ آپ ناراض ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ اس دوران آپ کی خدمت میں کہیں سے ہدیہ میں دودھ آیا۔ آپ نے ان دونوں کو بلا کر دودھ پلایا۔ اس سے ہم نے سمجھ لیا کہ آپ ناراض نہیں ہیں"۔[۲]

ج۔ روزہ

انسان کے باطن کی تربیت کرنے اور اس میں تقویٰ کی صلاحیت کو اجاگر کرنے

---

[۱] ان تمام روایات کے لیے دیکھئے صحیح مسلم حوالہ سابق۔

[۲] صحیح مسلم حوالہ سابق۔

کے لیے روزہ مشروع کیا گیا ہے۔ اس مقصد سے اسے گزشتہ امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا۔ (البقرہ۔ ۱۸۳) لیکن نصاریٰ نے اس معاملہ میں غلو سے کام لیتے ہوئے اسے نفس کشی کا ذریعہ بنا لیا۔ وہ کئی کئی دنوں تک کھانے پینے سے احتراز کرتے اور اس طرح بھوکے پیاسے رہنے کو اعلیٰ ترین عبادت تصور کرتے تھے۔ اصطلاح میں اسے 'وصال' کہا جاتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو صوم وصال سے صراحتہً منع کر دیا تھا۔ اگرچہ آپ خود بسا اوقات ایسا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کے منع کرنے پر ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول آپ تو ایسا کرتے ہیں۔" آپؐ نے جواب دیا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میرا رب رات میں مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔" آپؐ کے منع کرنے کے باوجود جب صحابہ اس سے باز نہیں آئے تو ایک مرتبہ آپؐ نے ان کے ساتھ دو دن مسلسل روزے رکھے۔ اس کے بعد چاند نظر آ گیا تو آپؐ نے فرمایا: "اگر چاند نکلنے میں ابھی کچھ دن اور لگتے تو میں مسلسل روزہ رکھنے کے معاملہ میں تم سے آگے بڑھ جاتا۔" راوی کہتے ہیں کہ یہ بات آپؐ نے ان کی سرزنش کے انداز میں کہی تھی۔[1]

دوسری روایات سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ حضرت بشیر بن الخصاصیہؓ کی اہلیہ لیلیٰ فرماتی ہیں کہ میں نے دو دن مسلسل روزہ رکھنے کا ارادہ کیا۔ تو میرے شوہر نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ "یہ نصاریٰ کا فعل ہے۔ روزہ اسی طرح رکھو جیسا اللہ عزوجل نے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ روزہ صرف رات تک رکھو۔ جب رات شروع ہو جائے تو افطار کر لو۔"[2]

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فصل ما بین صیامنا وصیام اهل الکتاب اکلة السحر[3]	ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق یہ ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ ایسا نہیں کرتے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام باب مایکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین والبدع۔

[2] مسند احمد ۵/۲۲۵۔

[3] صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور۔

د۔ سحری اور افطار کے اوقات

اطاعت الٰہی کی روح یہ ہے کہ اس نے جس کام کو جس وقت کرنے کا حکم دیا ہے اسے اسی وقت انجام دیا جائے۔ اپنی طرف سے اوقات کو گھٹا بڑھا لینا جذبۂ اطاعت کے منافی ہے۔ اہل کتاب نے اپنی نام نہاد پارسائی کا مظاہرہ کرنے کے لیے اس کا لحاظ نہیں رکھا تھا مثلاً سورج غروب ہونے کے بعد فوراً افطار کرنے کے بجائے وہ اس میں کچھ تاخیر کرتے تھے۔ اسی طرح مغرب اور فجر کے اوقات میں بھی وہ تاخیر کر لیا کرتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس رجحان سے منع کیا ہے اور ان میں اطاعت کی صحیح روح پیدا کرنے کے لیے ضروری ہدایات دی ہیں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یزال الدین ظاھراً ما	دین اس وقت تک غالب رہے گا جب
عجّل الناس الفطر، لان الیھود	تک کہ لوگ افطار میں جلدی کریں گے اس
والنصاری یوخرون [1]	لیے کہ یہود و نصاریٰ اس میں تاخیر کرتے ہیں۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن صنابحیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری امت میں برابر خیر باقی رہے گا جب تک کہ وہ تین چیزوں پر عمل نہ کرنے لگیں۔ (۱) یہود کی مشابہت میں مغرب میں تاریکی کے انتظار میں تاخیر کریں (۲) نصاریٰ کی مشابہت میں فجر میں ستاروں کے چھپنے تک تاخیر کریں اور (۳) جنازوں کو ان کے گھر والوں کے سر ڈال کر لاتعلقی کا مظاہرہ کریں [2]

۷۔ حیلہ سازی

یہود اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود کو توڑنے اور ان کی حرمتوں کو پامال کرنے میں بڑے بے باک واقع ہوئے تھے۔ ناجائز کو جائز اور حرام کو حلال بنانے کے لیے وہ طرح طرح کے

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصیام باب مایستحب من تعجیل الفطر۔

[2] مسند احمد ۳۴۹/۴ ۔

حیلے بہانے تراش لیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ان بہانوں کو نافرمانی ہی میں شمار کیا اور انھیں دردناک سزا دی۔ مثلاً چربی کا استعمال ان کے لیے حرام قرار دیا گیا تھا۔ (الانعام: ۱۴۶) فرمانبرداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اسے اپنے کسی کام میں نہ لاتے۔ مگر انھوں نے ایک ترکیب یہ کی کہ اسے پگھلا کر اس کا روغن فروخت کر دیتے تھے اور اس طرح اس سے ہونے والی آمدنی کو اپنے کام میں لاتے تھے۔ حالانکہ حرام چیز کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صریح حکم عدولی قرار دیتے ہوئے ان لوگوں پر لعنت بھیجی۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

قاتل اللہ الیہود، لما حرم	اللہ تعالیٰ نے یہود کو ہلاک کیا۔ اس لیے
اللہ شحومہا جمّلوھا	کہ اس نے جب ان پر چربی حرام کی تو
ثم باعوھا فاکلوھا [1]	انھوں نے اسے پگھلایا اور اسے فروخت
	کرکے اس کی آمدنی استعمال کی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت سمرہؓ نے شراب فروخت کی ہے تو انھوں نے غصہ میں فرمایا: "اللہ سمرہ کو ہلاک کرے۔ کیا اس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت نہیں پہنچی ہے"؟ پھر انھوں نے مذکورہ بالا ارشادِ نبوی کا حوالہ دیا[2]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہود پر سبت کی حرمت لازم کر دی تھی۔ شنبہ کے دن تمام دنیاوی کام ان کے لیے ممنوع تھے۔ مگر سمندر کے کنارے واقع ان کی ایک بستی نے جو مچھلیوں کی تجارت کرتی تھی، حکم عدولی کی۔ اس بستی کے لوگوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ وہ جمعہ کی شام کو جا کر سمندر کے کنارے گڈھے کھود دیتے تھے۔ پانی کے بہاؤ کے ساتھ جو مچھلیاں ان گڈھوں میں آ جاتی تھیں وہ دوبارہ سمندر میں واپس نہ جا پاتی تھیں۔ اس طرح شنبہ کے پورے دن مچھلیاں ان گڈھوں میں اکٹھا ہوتی رہتی تھیں جن کا اگلے دن صبح جا کر وہ شکار کر لیا کرتے تھے[3] اس طرح اگرچہ وہ لوگ بظاہر قانونی گرفت میں نہ آتے تھے کیونکہ وہ شنبہ کے دن

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الانعام باب قولہ وعلی الذین ہادوا.... الخ

[2] صحیح مسلم۔ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ۔ باب تحریم بیع الخمر۔

[3] مفسرین نے ان کے دیگر بہت سے حیلے ذکر کیے ہیں۔ دیکھئے تفسیر طبری (جدید ایڈیشن) ۱۸۶/۱۳-۱۹۸۔ تفسیر ابن کثیر ۲۵۸/۲

کوئی کام نہ کرتے تھے لیکن ظاہر ہے ان کا یہ عمل نافرمانی کے مترادف تھا۔ ان کا یہی حال زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی تھا اور وہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی میں بڑے بے باک ہو گئے تھے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی دردناک سزا دی کہ وہ رہتی دنیا تک کے لیے نمونۂ عبرت بن گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس رویہ سے ڈرایا ہے اور احکام خداوندی کے معاملہ میں حیلہ سازی سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا ترتکبوا ما ارتکب الیہود	یہود جیسی حرکتیں نہ کرو کہ معمولی حیلوں سے
فتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل[۱]	اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر بیٹھو۔

۸۔ پست ہمتی

اہل کتاب اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کے معاملہ میں بڑے پست ہمت واقع ہوئے تھے۔ وہ پہلے ہی فرض کر لیتے کہ یہ احکام بڑے سخت ہیں اور ان پر عمل کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔ انھیں کوہ طور کے دامن میں لے جا کر اور ایک پُرہیبت ماحول میں ان سے عہد لیا گیا کہ جو احکام اور تعلیمات انھیں دی جا رہی ہیں انھیں مضبوطی سے تھامے رہیں گے اور ان پر سختی سے عمل کریں گے۔ نیز جو باتیں ان سے کہی جا رہی ہیں انھیں غور سے سنیں گے۔ انھوں نے جواب دیا: ہم نے سن تو لیا مگر مانیں گے نہیں (البقرہ ۹۳) گویا انھوں نے ابتدا ہی میں احکام الٰہی پر عمل سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ اسی طرح انھیں ارض مقدس پر حملہ کر کے اسے فتح کر لینے کا حکم دیا گیا۔ مگر اس سرزمین پر قابض زورآور قوموں کا تذکرہ سن کر وہ ہمت ہار بیٹھے اور ٹس سے مس نہ ہوئے۔ (المائدہ: ۲۱-۲۴)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نصیحت کی ہے کہ وہ احکام الٰہی کے سلسلہ میں اہل کتاب کے مثل پست ہمتی کا مظاہرہ نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی استطاعت سے بڑھ کر انھیں کسی کام کا مکلف نہیں کیا ہے (البقرہ: ۲۸۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

۱۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۰۷، ۲/۲۵۷

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرہ : ۲۸۴)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو خواہ چھپاؤ۔اللہ بہرحال ان کا حساب تم سے لے گا۔

توصحابہ پر بڑا شاق گزرا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول۔ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ وغیرہ کا مکلف بنایا گیا ہے ان کی تو ہم استطاعت رکھتے ہیں۔لیکن اب یہ آیت نازل ہوئی ہے۔اس میں جو بات کہی گئی ہے۔اس کی تو ہم میں سکت نہیں"۔ آپؐ نے فرمایا: "کیا تم لوگ اس طرح کہنا چاہتے ہو جس طرح تم سے پہلے کے اہل کتاب نے کہا تھا: "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" (البقرہ - ۹۳) (ہم نے سنا لیکن مانیں گے نہیں) اس کے بجائے یہ کہو: سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ[۱]" البقرہ-۲۸۵ (یعنی ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے)

معلوم ہوا کہ ایک نیک بندے کا صحیح رویہ یہ نہیں ہے کہ وہ حکم الٰہی سنتے ہی ہمت ہار بیٹھے اور یہ فرض کرلے کہ اس پر عمل کرنا اس کے بس میں نہیں۔بلکہ درست اور مطلوب رویہ یہ ہے کہ وہ عمل کرنے کی کوشش کرے اور اس میں جو کوتاہی ہو اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب الایمان۔باب بیان انہ سبحانہ وتعالیٰ لم یکلف الا مایطاق

عہدِ نبویؐ کے غزوات وسرایا

ڈاکٹر رؤفہ اقبال صاحبہ نے اس تصنیف میں اسلام کے نظریہ جہاد پر اسلامی موقف کی بے لاگ ترجمانی کی ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ صفحات ۲۴۷ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی - پان والی کوٹھی - دودھ پور، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲